﴿قافلہ حسینی پر پانی کی بندش﴾

معتبر کتب تاریخ سے ثابت ہے کہ لشکر یزید دریائے فرات اور قافلہ حسینی کے درمیان حائل ہو گیا تھا۔ دریائے فرات پر جا بجا فوجی دستے متعین کر دیے گئے۔ تا کہ سیدنا حسین علیہ السلام شدت پیاس کے ہاتھوں مجبور ہو کر یزید کی بیعت کر لینے پر آمادہ ہو جائیں۔ لیکن جبر و قہر کے تمام حربے ابنِ علی علیہ السلام کو طاغوت کے آگے جھکا نہ سکے۔ بالآخر سیدنا حسین علیہ السلام اپنے ہمراہیوں سمیت بھوکے پیاسے شہید ہو گئے۔ اس حادثہ خونچکاں سے جہاں خاندانِ نبوت کے صبر و استقلال کے پھریرے لہرا گئے وہاں لشکرِ یزید کا انسانیت سوز ظلم و تشدد بھی عیاں ہو گیا۔ جو کہ ناصبیوں کے لیے نہایت ہی اذیت ناک، اور ناقابل برداشت ہے۔

اس لیے حامیانِ یزید اپنی تحریروں میں بڑے زور شور سے قافلہ حسینی پر پانی کی بندش کا انکار کر دیتے ہیں۔ وہ کسی

صورت ماننے کے لیے تیار نہیں کہ کربلا میں قافلہ حسین علیہ السلام پر پانی بند کیا گیا تھا۔ملاحظہ فرمائیں۔

ایک ناصبی اپنا پورا زورِ قلم صرف کرنے کے بعد لکھتا ہے۔

قافلہ حسین پر ظلم و بربریت اور بے رحمی کی انتہا دکھلائی گئی ہے۔ کہ انھیں مغلوب کرنے کے لیے ان پر پانی کی بندش لگا دی گئی ۔ حالانکہ یہ ایک افسانہ بلکہ خاص پروپگنڈہ ہے۔

(یزید بن معاویہ پر الزامات کا جائزہ ص 883)

ایک اور ناصبی مفروضات کے صحراؤں میں آوارہ گردی کر کے متعدد صفحات سیاہ کرنے کے بعد یوں لکھتا ہے۔

مندرجہ بالا ناقابل تردید واقعات و حالات کو پیش نظر رکھا جائے تو قحطِ آب کی یہ سب فرضی داستانیں، بے حقیقت اور وضعی ثابت ہوتی ہیں۔

(خلافت معاویہ و یزید ص 223)

ایک اور ناصبی الفکر مصنف شمر و ابنِ زیاد کے ظلم و ستم پر پردہ ڈالنے کے لیے لکھتا ہے۔ کربلا میں پانی کی بندش کے قصے یہ لوگ بڑی دل سوزی اور آہ و زاری کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ لوگوں کے جذبات مشتعل کرنے کے لیے واویلا کیا جاتا ہے۔ حقیقت میں یہ سب کچھ فرضی ہے۔ جسے جھٹلانے کے لیے بہت سے دلائل موجود ہیں۔

(رشید ابنِ رشید ص 209)

ایک اور ناصبی یوں لکھتا ہے۔ بہر حال یہ تاریخی حقیقت کے نام پر خالص ایک پروپگنڈہ ہے۔ کہ کربلا میں پانی کمیاب یا نایاب تھا۔

(واقعہ کربلا ص 249)

قارئین کرام :۔ یہ ہے وکلائے یزید کی قساوتِ قلبی اور خیرہ چشمی کی انتہاء کہ قافلہ حسینی پر پانی کی بندش کا یکسر انکار کرتے ہوئے اسے فرضی داستان قرار دے دیا۔ بات

طویل ہو گئی اب تاریخ کی طرف لوٹتے ہیں اور دیکھتے ہیں۔
علمائے کرام اس بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں۔

علامہ اسماعیل بن ابی الفدا رحمۃ اللہ علیہ کا موقف:۔

"ورد كتاب من عبيدالله بن زياد الى الحر يامره ان ينزل الحسين ومن معه على غير ماء فانزلهم فى الموضع المعروف بكربلا و ذلك يوم الخميس ثانى المحرم من هذه السنة اعنى سنة احدى وستين"

عبیداللہ بن زیاد کا خط حُر کو موصول ہوا۔اس نے حُر کو حکم دیا تھا۔کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کے رفقاء کو ایسی جگہ اتارنا جہاں پانی نہ ہو۔تو حُر نے ایسی جگہ اتارا جو کربلا کے نام سے معروف تھی۔یہ 2 محرم 61 ہجری کی بات ہے۔

(التاریخ ابی الفداء ج1 ص295)

حافظ ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ

حافظ ابنِ کثیر البدایہ والنہایہ میں واقعہ کربلا لکھنے سے پہلے لکھتے ہیں۔

"هذه صفة مقتله ماخوذة من كلام ائمة هذا الشان لا كما يزعمه اهل التشيع من الكذب"

یہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا وہ واقعہ ہے۔ جو اس فن کے ائمہ کے کلام سے لیا گیا ہے اور یہ ان جھوٹی روایات پر مشتمل نہیں۔ جو اہلِ تشیع بیان کرتے رہتے ہیں۔

(البدایہ والنہایہ ج8ص199)

آگے شہادت کے واقعات ذکر کرتے ہوئے یوں لکھتے ہیں۔

"فردعليه ابن زياد ان حل بينهم وبين الماء"

عبیداللہ بن زیاد نے عمرو بن سعد کو جواباً خط لکھا کہ حسین اور ان کے ساتھیوں کو پانی تک نہ پہنچنے دو۔ ان کے اور پانی کے درمیان حائل ہو جاؤ۔

(البدایہ والنھایہ ج8ص199)

قارئین کرام:۔

حافظ ابن کثیر کا اس روایت کو خود اپنی کتاب میں تحریر کرنا اور اس کی تردید نہ کرنا۔بلکہ یہ لکھ دینا کہ یہ واقعات اس فن کے ائمہ کے کلام سے اخذ کردہ ہیں۔اس بات کی واضح دلیل ہیں۔ کہ حافظ ابنِ کثیرؒ بھی قافلہ حسینی پر پانی کی بندش کے قائل تھے۔بلکہ شہادت کے واقعات لکھتے ہوئے رقم زن ہیں۔

"وقد اشتد عطش الحسين فحاول ان يصل الى ان يشرب من ماء الفرات فما قدر بل مانعوه"

دورانِ جنگ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے شدید پیاس محسوس کی۔ فرات کی طرف بڑھے تاکہ پیاس بجھا سکیں۔ان (یزیدیوں نے) آپ رضی اللہ عنہ کو روک دیا۔آپ پانی تک نہ پہنچ سکے۔

(البدایہ والنھایہ ج8ص223)

علامہ ابن الوردی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

"ورد کتاب ابن زیاد یا مرالحر ان ینزل الحسین و من معه علی غیر ماء"

حر کو ابن زیاد کا خط موصول ہوا۔ جس میں اس نے حکم دیا تھا کہ حضرت حسین اور ان کے ساتھیوں کو ایسی جگہ لے جاؤ جہاں پانی میسر نہ ہو۔

(تاریخ ابن الوردی ص163)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

"حالوا بین الماء والحسین واصحابه"

(سر الشہادتین ص90)

یزیدی فوجی پانی اور قافلہ حسینی کے درمیان حائل ہو گئے۔

علامہ ابنِ حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

"منعوه و اصحابه الماء"

(الصواعق المحرقہ ص299)

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں پر پانی بند کر دیا گیا۔

﴿ نواب صدیق حسن خان بھوپالوی رحمۃ اللہ علیہ ﴾

شمر ذی الجوشن ایک خیل کثیر میں نکلا۔ پھر سب روانہ ہو کر شاطی فرات پر آ اترے اور درمیان حسین رضی اللہ عنہ اور آبِ فرات کے حائل ہو گئے۔ اور اس وقت حسین رضی اللہ عنہ پر اور انکے اصحاب پر امر تنگ ہوا اور سب سخت تشنہ ہوئے۔

(تشریف البشر ص45)

شاہ معین الدین ندوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں پر یزیدیوں نے سات محرم سے پانی روک دیا۔

(سیر الصحابہ ج6 ص146)

عمرو بن سعد نے 7 محرم 61 ہجری سے فرات پر پہرہ بٹھا دیا۔

(تاریخ اسلام حصہ دوم ص378)

مورخ اسلام پروفیسر علامہ عبد القیوم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

عمر بن سعد نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی مختصر سی جماعت کے گرد گھیرا ڈال دیا۔ اور دریائے فرات پر سواروں کا پہرہ بیٹھا کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں پر پانی بند کر دیا۔

(تاریخ اسلام ص 439)

نوٹ:۔

مولانا عبدالقیوم رحمۃ اللہ علیہ کی مرتب کردہ تاریخ حامیانِ یزید کے ہاں بھی معتبر ہے۔ یہ کتاب وفاق المدارس السّلفیہ کے درجہ ثانویہ خاصہ کے نصاب میں بھی شامل ہے۔

﴿اکبر شاہ نجیب آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف﴾

شاہ صاحب اپنی شہرہ آفاق کتاب "تاریخِ اسلام" کی تیسری جلد صفحہ 63 پر جلی حروف سے عنوان قائم کرتے ہیں۔

"حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر پانی کی بندش" پھر اس کے تحت لکھتے ہیں۔ رات کو عبیداللہ بن زیاد کا حکم آ پہنچا۔ کہا گر

ابھی لڑائی شروع نہیں ہوئی ہے۔ تو اسی وقت جبکہ یہ حکم پہنچے۔ پانی پر قبضہ کر لو۔ اور حسین بن علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ہمراہیوں پر پانی بند کر دو۔ اگر سپاہ شمر کے زیرِ کمان آ گئی ہے۔ تو شمر کو اس حکم کی تعمیل کرنی چاہیے۔ عمرو بن سعد نے اس حکم کے پہنچتے ہی عمرو بن الحجاج کو پانچ سو سوار دے کر ساحلِ فرات پر متعین کر دیا۔ اتفاقا دن میں حسین رضی اللہ عنہ کے ہمرایوں نے پانی اپنے لیے نہیں بھرا تھا۔ ان کے تمام برتن خالی ہو گئے تھے۔ رات کو جب پانی بھرنا چاہا تو معلوم ہوا۔ کہ دشمنوں نے پانی پر قبضہ کر لیا ہے۔ حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی عباس بن علی کو پچاس آدمی کے ہمراہ پانی لینے کو بھیجا۔ کہ زبردستی پانی لائیں۔ مگر ان ظالموں نے پانی نہ لینے دیا۔ اب دم بدم پیاس کی شدت نے تکلیف پہنچانی شروع کی۔ یہ ایسی اذیت تھی جو تیر و شمشیر کی اذیت سے زیادہ سوہان روح تھی۔

(تاریخ اسلام ج 2 صفحہ 63)

"وذلك يوم الخميس الثانى من محرم سنة احد و ستين"

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کربلا کب پہنچے؟

ناصبی اس بات پر بہت زور دیتے ہیں۔ کہ حضرت حسین علیہ السلام کربلا میں دس محرم کو پہنچے۔ اپنے اس باطل نظریے کی تائید کے لیے مکہ اور کربلا کے مابین جو فاصلہ ہے اسے بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں۔ اور پھر بڑے زور شور سے دعویٰ کر دیتے ہیں کہ اس قدر طویل سفر طے کر کے دس محرم سے پہلے پہنچنا ناممکن ہے۔ اور پھر عوام کو مرعوب کرنے کے لیے نقشے تیار کر کے نمبروار منزلیں ذکر کرتے ہیں۔ ہماری معلومات کے مطابق سب سے پہلے یہ قبیح حرکت محمود عباسی نے کی۔ پھر ناصبیوں نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ یہ سب کچھ صرف اس لیے کیا جاتا ہے۔ کہ یزیدی جرائم پر

پردہ ڈالا جائے۔جب یہ ثابت کر دیا جائے کہ حضرت حسین علیہ السلام کربلا میں پہنچے ہی دس محرم کو تھے تو وہ روایات یکسر غلط ثابت ہو جائیں گی ۔ جن میں قافلہ حسینی پر ڈھائے جانے والے مظالم کا تذکرہ ہے۔ بالخصوص پانی بند کیے جانے کی روایات۔ یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ اکثر کہا کرتے ہیں ۔" کہ کربلا میں کوئی پانی بند نہیں ہوا۔ کیوں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کربلا میں پہنچے ہی دس محرم کو تھے اور دس محرم کو ہی شہید ہو گئے"

قارئین کرام :

نہایت ضروری ہے۔ کہ ہم ناصبیوں کے مرشدِ اعظم محمود عباسی کے پُر فریب ،پُر از اغلاط نقشے کا قدرے جائزہ لے لیں۔ تاکہ حقیقتِ حال تک رسائی ہو سکے۔ اس ناصبی مصنف نے جو نقشہ تیار کیا ہے۔ اس میں مکہ سے کربلا تک اکتیس منزلیں بنائیں۔ حالانکہ یہ بات غلط ہے۔ مکہ معظّمہ

سے سفر کا آغاز ہوا۔ اُسے بھی ایک منزل قرار دے دیا۔ بستانِ ابنِ عامر کو دوسری منزل قرار دیا حالانکہ وہ پہلی منزل تھی۔ اور اس یزیدی نے جمع میں بھی خیانت سے کام لیا۔ اور آٹھ سو میل بنا ڈالے۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ قارئینِ کرام آپ اس ناصبی کا مرتب کردہ نقشہ اٹھا کر دیکھ لیں۔ صورتحال واضح ہو جائے گی۔ اور اسی ناصبی نے سلیلہ سے ربذہ کے درمیان پچاس میل کا فاصلہ لکھا ہے۔ حالانکہ علامہ یاقوت حموی نے چھبیس میل کی مسافت ذکر کی ہے۔

چنانچہ علامہ حموی لکھتے ہیں۔

"وھو موضع من الربذة الیھا ستة و عشرون میلا"

سلیلہ اور ربذہ کے درمیان چھبیس میل کا فاصلہ ہے۔

(المعجم البلدان ج3ص243)

مغیثہ اور قادسیہ کے بارے میں لکھا کہ ان کے درمیان چونتیس میل کا فاصلہ ہے۔

جبکہ مغیثہ اور قادسیہ کے درمیان چوبیس میل کا فاصلہ ہے۔

"بینھا وبین القادسیة اربعة و عشرون میلا"

مغیثہ اور قادسیہ کے درمیان چوبیس میل کی مسافت ہے۔

(المعجم البلدان ج5ص164)

سیدنا حسین علیہ السلام اور ابنِ سعد کے مابین تین چار ملاقاتیں بھی ہوئیں۔ یہ بات ناصبیوں کے اس پیرو مرشد کو بھی تسلیم ہے۔ سیدنا حسین علیہ السلام اور ابنِ سعد کی باہم ملاقاتوں میں یقینا اچھا خاصا وقت بھی صرف ہوا ہو گا۔ ابن سعد کا کربلا سے میلوں دور کوفہ میں بیٹھے ہوئے ابنِ زیاد کو خط لکھنا اور پھر اس کا جوابی خط آنا پھر حضرت حسین علیہ السلام کو ابنِ زیاد کے جواب سے آگاہ کرنا ان تمام مراحل میں اچھا خاصا وقت صرف ہوا ہو گا۔ کچھ بعید نہیں کہ حامیانِ یزید اپنے رہبر و رہنما "یزید" کے جرائم پر پردہ ڈالنے کے لیے "ان

الشیاطین لیوحون الی اولیاءھم" سے دلیل لیتے ہوئے یہ کہنے لگیں کہ بھئی ابنِ زیاد اور ابنِ سعد کے درمیان وحی و الہام کا سلسلہ قائم ہو چکا تھا۔ان ناصبی مصنفین کے اندھے پیروکار واہ واہ کی صدائے شرمناک بلند کرتے ہوئے دادِ تحسین دینے لگیں۔ جبکہ کوئی بھی صحیح العقل شخص انہیں دادِ نفرین کا عطیہ پیش کرنے میں بخل سے کام نہیں لے گا۔

وہ روایات جن میں آتا ہے۔ کہ سیدنا حسین علیہ السلام میدانِ کربلا میں ساری رات عبادت میں مصروف رہے۔ ناصبیوں کے اس دعویٰ کا بھی بھرپور قلع قمع کر دیتی ہیں۔ کہ سیدنا حسین علیہ السلام دس محرم کو کربلا میں پہنچے تھے۔ ہمارا سوال یہ ہے۔ کہ اگر سیدنا امامِ حسین علیہ السلام دس محرم کو ہی کربلا پہنچے تھے۔تو ان روایات کا کیا جواب ہو گا۔ کہ حضرت حسین علیہ السلام اور آپ کے رفقاء ساری رات عبادت میں مصروف رہے۔

"فلما كان من الغد قدم عمر بن سعد بن ابی وقاص فی اربعة الاف"

جب دوسرا دن ہوا تو عمرو بن سعد چار ہزار افراد پر مشتمل لشکر لیے ہوئے آ پہنچا۔

(الکامل ج4 ص53، البدایہ والنھایہ ج8 ص248)

قارئین کرام:

یہاں یزیدیوں کے اس دعویٰ کی بھی دھجیاں بکھر گئیں۔ کہ یزید پر ساری رعایا دل و جان سے مطمئن تھی۔ اگر ساری رعایا یزید کے ساتھ ہوتی۔اس پر دل و جان سے مطمئن ہو چکی ہوتی۔ اور سیدنا حسین علیہ السلام کے ساتھ صرف ان کے خاندان کے چند افراد ہوتے تو ابنِ زیاد کو سیدنا حسین علیہ السلام کے مقابلے کے لیے چار ہزار افراد پر مشتمل بھاری لشکر نہ بھیجنا پڑتا۔

﴿عمر بن سعد کا سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں جانے سے انکار﴾

جب ابنِ زیاد نے عمر بن سعد کو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلے پر نکلنے کا حکم دیا تو

"فاستعفاه عمر بن سعد من ذلك"

ابنِ سعد نے اس بارے میں ابنِ زیاد سے معذرت کر لی۔ابنِ زیاد نے کہا

"ان شئت عفيتك و عزلتك عن ولاية هذه البلاد التى قد استنبتك عليها"

تیری معذرت صرف اس صورت میں قبول کر سکتا ہوں۔ کہ تجھے اُن علاقوں کی امارت سے معزول کر دوں۔ جن کا میں نے تجھے حاکم مقرر کیا ہے۔ابنِ سعد نے کہا مجھے کچھ مہلت دیجئے۔ تاکہ میں اپنے اس معاملے کے بارے میں کچھ غور و فکر کر لوں۔

(البدایہ والنھایہ ج8ص248)

﴿ہر شخص کا ابن سعد کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں نہ جانے کا مشورہ﴾

"فجعل لا یستشیر احد الا نهاه عن المسیر الی الحسین"

ابنِ سعد دوست واحباب سے اس بارے میں مشورہ کرنے لگا۔ وہ جس سے بھی مشورہ طلب کرتا وہی اسے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں نکلنے سے منع کرتا۔

(مختصر تاریخ دمشق ج6ص63،البدایہ والنہایہ ج8ص249)

﴿بھانجا بھی خدا کا واسطہ دے کر منع کرتا ہے﴾

"و اتاه حمزة بن المغیره بن شعبة وهو ابن اخته فقال انشدك الله یا خالی ان تسیر الی الحسین فتاثم وتقطع رحمك فوالله لان تخرج من دنیاك و مالك و سلطان الارض لو كان لك خیر من ان تلقی الله بدم الحسین"

عمر کا بھانجا حمزہ بن المغیرہ اس کے پاس آیا کہنے لگا ماموں جان میں آپ کو خدا کا واسطہ دے کر کہتا ہوں۔ کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں نہ جانا ورنہ ان کی صورت میں گناہ

اور قطع رحمی کے مرتکب ہو جاؤ گے۔ اگر آپ کو اپنی دنیا اور مال و متاع چھوڑنا پڑ جائے۔ اور آپ کو اگر ہفت اقلیم کی بادشاہت بھی ملی ہوئی ہو۔ وہ بھی چھین لی جائے۔ تو یہ زیادہ بہتر ہو گا۔ اس سے کہ آپ حضرت حسین ﷛ کا خون بہا کر اللہ تعالیٰ کا سامنا کریں۔

(الکامل ج4 ص53، تاریخ طبری ج4 ص197،
البدایہ والنھایہ ج8 ص249، مختصر تاریخ دمشق ج6 ص62)

﴿عمر ساری رات غور و فکر میں بسر کر دیتا ہے﴾

"وبات ليلته مفكرا فى امره"

عمر رات بھر اس بارے میں غور و فکر کرتا رہا۔ پھر سنا گیا وہ یہ اشعار پڑھ رہا تھا۔

ءاترك ملك الرى والرى رغبة
ام ارجع مذموما بقتل حسين
وفى قتله النار التى ليس دونها
حجاب و ملك الرى قرة عين

کیا میں رے کی بادشاہت کو چھوڑ دوں؟ رے تو نہایت مرغوب ہے۔ یا میں حسین کو قتل کر کے مذموم ہو کر واپس لوٹوں؟ ان کے قتل کی سزا تو ایسی آگ ہے جس سے بچنے کے لیے کوئی آڑ نہیں۔ اور رے کی سلطنت میں تو آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

(الکامل ج4 ص52)

اہم نکات:

عمر بن سعد کا سیدنا حسین علیہ السلام کے مقابلے سے انکار کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے۔ کہ سلطنتِ یزیدیہ کا یہ اہلکار سیدنا امامِ حسین علیہ السلام کو باغی اور یزید کو خلیفہ راشد نہیں سمجھتا تھا۔

عمر بن سعد کا اپنے دوست و احباب سے مشورہ طلب کرنا اور پھر ہر شخص کا اسے روکنا اس بات کی دلیل ہے۔ کہ وہ لوگ بھی سیدنا حسین علیہ السلام کو باغی و خطاکار نہیں سمجھتے تھے۔

اگر سیدنا حسین علیہ السلام نعوذ باللہ باغی یا شریعت اسلامیہ سے

منحرف ہو چکے ہوتے تو عمر بن سعد سید نا حسینؑ کے خلاف جنگ لڑنے سے کبھی انکار نہ کرتا اور نہ ہی اس کے دوست واحباب اسے سید نا حسینؑ کے مقابلے پر نکلنے سے منع کرتے۔

ابن سعد سید نا حسینؑ کے مقابلے میں صرف اور صرف دنیاوی لالچ کی وجہ سے ہی گیا تھا۔

اور آج کے یہ جلے بھنے ناصبی جو سید نا حسینؑ کو باغی کہتے ہوئے یزید کو خلیفہ برحق قرار دلوانے کی سعی لاحاصل میں لگے ہوئے ہیں۔ یہ عمر بن سعد یزیدی اہلکار سے بھی چار ہاتھ آگے نکل چکے ہیں۔

﴿عمر بن سعد کی آخری ناکام کوشش﴾

عمر بن سعد پر اگرچہ لالچ بُری طرح سوار ہو چکا تھا۔ لیکن پھر بھی اس کی یہی کوشش تھی کہ کسی طرح میری جان چھوٹ

جائے۔ اور نواسہ رسول ﷺ سے جنگ نہ لڑنی پڑے۔ چنانچہ وہ سیدھا ابنِ زیاد کے پاس جا کر یوں معذرت خواہ ہوا۔

"انك قد وليتنى هذا العمل وسمع الناس به فان رايت ان تنفذ لى ذلك فاجعل وابعث الى حسين من اشراف الكوفة من لست اغنى فى الحرب منه وسمى اناسا"

تم نے مجھے اس منصب ولایت پر مقرر کر دیا ہے۔ اور لوگوں نے اس حکم کو سن بھی لیا ہے۔ اگر مناسب سمجھو تو میری جگہ کوفہ کے ممتاز افراد میں سے کسی ایسے شخص کو جو کہ مجھ سے زیادہ تجربہ کار ہو حسین کے مقابلے میں بھیج دیجئے۔ یہ کہہ کر اس نے کچھ آدمیوں کے نام بھی لیے۔ ابنِ زیاد نے جواباً کہا۔

"لست استامرك فيمن اريد ان ابعث وان سرت بجندنا والا فابعث الينا بعهدنا"

میں تجھ سے اس بارے میں مشورہ طلب نہیں کر رہا۔ کہ کس کو بھیجنا ہے؟ اگر تم لشکر لے کر جاتے ہو تو ٹھیک ہے۔ ورنہ ہم نے جو (رے کی بادشاہت کا) تقرر نامہ دیا ہے۔ واپس کر دو۔

(الکامل ج4 ص52)

بعض روایات میں تو یہاں تک مرقوم ہے۔

تهدده و توعده بالعزل والقتل

ابنِ زیاد نے اسے دھمکایا اور عہدے سے معزول کر دیئے جانے اور قتل کیے جانے کی دھمکی بھی دی۔

"فسار الى الحسين"

آخر کار ابنِ سعد سیدنا حسین ﷺ کی طرف چل پڑا۔

(البدایہ ج8 ص 249)

"فاقبل فی ذلک الجیش حتی نزل بالحسین"

وہ لشکر لے کر چل پڑا۔ بالآخر حضرت حسین ﷺ کے مقابل جا اترا۔

(الکامل ج4 ص52)

﴿ابن زیاد کا ابنِ سعد کے نام خط﴾

ابنِ زیاد عمر بن سعد کے نام خط بھیجتا ہے۔ جس میں ابن سعد کو مخاطب کرتے ہوئے۔ یہ حکم دیا گیا تھا۔

"ان يعرض على الحسين بيعة يزيد فان فعل ذلك راينا راينا وان يمنعه ومن معه الماء"

حسین کے سامنے بیعت یزید پیش کرو۔ اگر بیعت کر لے تو ہم دیکھیں گے۔ کہ ہماری کیا رائے ہے۔ حسین اور اس کے ہمراہیوں سے پانی روک لیا جائے۔

(الکامل ج4 ص52، البدایہ والنہایہ ج8 ص249)

قافلہ حسینی کی آخری رات

سیدنا حسین ﷛ کو یقین ہو گیا۔ کہ اب یہاں جنگ یقینی ہے۔تو عباس سے کہا۔

"ارجع فارددهم هذه العشية لعلنا نصلى لربنا هذه الليلة وندعوه ونستغفره فقد علم الله منى انى احب الصلاة له و تلاوة كتابه والاستغفار والدعاء"

واپس جاؤ انہیں آج رات واپس لَوٹا دو۔ تاکہ آج رات ہم اپنے رب کے حضور نماز پڑھ لیں۔ دعا و استغفار کر لیں۔ اللہ کریم خوب جانتے ہیں کہ مجھے نماز کا بہت شوق ہے۔ مجھے تلاوت قرآن، استغفار و دعا کرنا بہت محبوب ہے۔

(البدایہ والنھایہ ج8ص251)

نواسۂ رسول ﷺ کا ہمراہیوں سے رقت آمیز خطاب

سیدنا امام حسین ﷛ نے ساتھیوں کو جمع کیا اور پھر یوں مخاطب ہوئے۔ میں اللہ کی ثنا کرتا ہوں۔ خوشحالی اور تنگی میں

اسی کی حمد بجا لاتا ہوں۔ اے اللہ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں ۔ کہ آپ نے ہمیں خاندانِ نبوت کے ساتھ عزت بخشی۔ ہمیں کان، آنکھیں اور دل عطا فرمائے۔ ہمیں قرآن سکھایا۔ دین کی سمجھ عطا فرمائی۔ ہمیں شکر گزاروں کی صف میں شامل فرمالیجئے۔ اما بعد

میں کسی کو اپنے ساتھیوں سے بڑھ کر وفادار اور بہتر تصور نہیں کرتا۔ اور نہ ہی کسی گھرانے کو اپنے گھرانے سے بڑھ کر صاحبِ خیر اور صلہ رحمی کا خواہاں سمجھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ تم سب کو جزائے خیر سے نوازے۔ میرا خیال ہے کل دشمن سے مقابلے کا دن ہے۔

"وانی قد اذنت لکم جمیعا فانطلقوا فی حل لیس علیکم منی ذمام هذا الیل قد غشیکم فاتخذوه جملا، فان القوم یطلبونی ولو اصابونی لهوا عن طلب غیری"

میں تم سب کو اجازت دیتا ہوں تم چلے جاؤ۔ اب تم پر میرے عہد کی تعمیل ضروری نہیں۔

(الکامل ج4 ص55)

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے البدایہ والنہایہ میں یوں درج کیا ہے۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے اس رات اپنے اہلِ خانہ کو وصیت کی اور رات کے اول حصے میں ہمرایوں سے خطاب فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فصیح و بلیغ عبارت میں درود پڑھا، پھر فرمایا۔

"من احب منکم ان ینصرف الی اھلہ فی ھذہ اللیلۃ فقد اذنت لہ فان القوم انما یریدوننی فلو قد اصابونی لھوا من طلب غیری"

تم میں سے جو کوئی بھی اپنے اہل و عیال کی طرف واپس جانا چاہتا ہو، چلا جائے میں نے اسے اجازت دی بلاشبہ دشمن کو میں ہی مطلوب ہوں جب وہ میری جان لے لیں گے تو

دوسروں کی طرف سے توجہ ہٹا لیں گے۔ یہ باتیں سن کر آپ کے بھائی، بھتیجے اور بیٹے یوں گویا ہوئے۔

"لا بقاء لنا بعدک"

آپ کے بعد ہمارا کوئی جینا نہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے پھر بنی عقیل سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

"یابنی عقیل حسبکم بمسلم اخیکم اذھبوا فقد اذنت لکم"

اے بنی عقیل تمھارے لیے تمھارے بھائی مسلم کی شہادت ہی کافی ہے۔ تم جا سکتے ہو۔ میں تمھیں اجازت دیتا ہوں۔

انھوں نے کہا۔

"فما یقول الناس انا ترکنا شیخنا و سیدنا و بنی عمومتنا خیرالاعمام لم نرم معھم ولم نطعن معھم برمح ولم نضرب معھم رغبة فی الحیاة الدنیا "

لوگ کیا کہیں گے کہ ہم اپنے شیخ، سردار اور اپنے بہترین چچاؤں کے بیٹوں کو دنیا کی خاطر چھوڑ آئے۔ نہ ہی ان کے

ساتھ مل کر کوئی تیر چلایا، نہ ہی نیزے کا استعمال کیا اور نہ ہی ان کی معیت میں تلوار اٹھائی۔

"لا واللہ لا نفعل لکن نفدیك بانفسنا واموالنا واھلینا"

نہیں بخدا ہم ایسا نہیں کریں گے۔ آپ ﷺ پر اپنی جانیں، مال اور اہل و عیال سب فدا کر دیں گے۔

اسی طرح کی گفتگو مسلم بن عوسجہ نے کی۔ سعید بن عبداللہ الحنفی نے اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا۔

"واللہ لو علمت انی اقتل دونک الف قتلة وان اللہ یدفع بذالك القتل عنك وعن انفس ھولاء الفتیة من اھل بیتك لاحببت ذالك فكیف وانماھی قتلة واحدة"

خدا کی قسم اگر مجھے معلوم ہو کہ میرے ہزار بار قتل کیے جانے سے آپ ﷺ اور آپ کے گھرانے کے ان نوجوانوں سے یہ مصیبت دور ہو سکتی ہے۔ تو میں ایک ہزار بار قتل ہونا محبوب سمجھوں اور یہاں تو صرف ایک بار ہی قتل ہونا ہے۔

اس کے بعد آپ کے ہمراہیوں نے اسی قسم کے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"واللہ لانفارقك و انفسنا الفداء لك نقيك بنحورنا وجباهنا وايدينا وابداننا فاذا نحن قتلنا وفينا ما علينا"

ہم اللہ کی قسم اٹھا کر کہتے ہیں۔ کہ ہم آپ سے جُدا نہ ہونگے۔ اپنے سینوں، پیشانیوں، ہاتھوں اور بدنوں کے ساتھ آپ کا دفاع کرتے رہیں گے۔ جب ہم آپ کا دفاع کرتے کرتے خود قتل ہو جائیں گے تو پھر سمجھیں گے کہ ہم نے وہ حق ادا کر دیا جو ہمارے ذمے تھا۔

(البدایہ والنھایہ ج8ص251)

وبات الحسين و اصحابه طول ليلهم يصلون و يستغفرون ويدعون و يتضرعون و خيل حرس عدوهم تدور من وراءهم "

حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں نے پوری رات نماز پڑھتے، استغفار و دعا کرتے اور اللہ کے حضور گریہ زاری میں

گزار دی۔ حالانکہ دشمن کے گھوڑ سوار ان کے پیچھے چکر لگا رہے تھے۔

(البدایہ والنھایہ ج8ص252)

"ثم قدم عمر بن سعد برایته و اخذ سهما فرمی به وقال اشهدوا لی انی اول رام"

اگلے دن دس محرم کو عمرو بن سعد اپنا لشکر لیے جنگ کے لیے آگے بڑھا، کمان پر تیر چڑھایا۔ اور کہا لوگو! گواہ رہنا سب سے پہلے میں نے ہی تیر چلایا ہے۔

(الکامل ج4ص65)

ابنِ سعد کے لشکر میں سے جو شخص بھی مبارزت طلبی کرتا۔ جواباً لشکرِ حسین میں سے کوئی مقابلے پر اترتا اور اسے فنا کے گھاٹ اتار دیتا یہ دیکھ کر عمرو بن حجاج چلایا۔

"اتدرون یاحمقی من تقاتلون"

ارے احمقو! تم جانتے نہیں کہ تم کن لوگوں سے لڑ رہے ہو؟

"وهم قوم مستميتون"

﴿یہ تو وہ لوگ ہیں جو موت کے طلبگار ہیں﴾

عمرو بن سعد نے بھی اس کی تائید کی۔ پھر عمرو بن حجاج نے حملہ کیا۔ مسلم بن عوسجہ گھوڑے سے اتر پڑے۔ شدید جنگ لڑی۔ وہ جس طرف بھی حملہ آور ہوتے صفایا کر ڈالتے۔ لشکرِ حسین رضی اللہ عنہ میں بتیس گھوڑ سوار تھے۔ ابنِ سعد کے فوجیوں نے ان پر تیروں کی بوچھاڑ کر دی۔ گھوڑے زخمی ہو گئے۔ جس کے نتیجے میں سوار پیدل ہو گئے۔ اصحابِ حسین رضی اللہ عنہم سب شہید ہو گئے۔ ان شہید ہونے والوں میں دس سے زائد سیدنا حسین کے گھرانے سے تھے۔ اولادِ علی میں عباس، جعفر، عثمان، احمد، ابو بکر اور اولادِ حسین میں سے علی، عبداللہ ، ابو بکر، قاسم ، عبداللہ بن جعفر کی اولاد میں سے عون، محمد، اولادِ عقیل میں سے محمد بن ابی سعید بن عقیل شہید ہوئے۔

﴿ایسا بے مثل بہادر کبھی نہ دیکھا﴾

عبداللہ بن عمار کہتے ہیں۔

"رایت الحسين حين اجتمعوا عليه يحمل على من عن يمينه حتى ابذعروا عنه وعلى من عن شماله حتى ابذعرواعنه فوالله مارایت مكثورا قد قتل اولاده واصحابه اربط جاشا منه ولا امضر ۔۔۔۔۔والله ما رايت قبله ولا بعده مثله"

میں نے حضرت حسین ﷜ کو اس وقت دیکھا۔جب دشمن آپ ﷜ کے گرد جمع ہو چکا تھا۔آپ ﷜ دائیں جانب والوں پر اس طرح حملہ آور ہوتے ۔ کہ وہ منتشر ہو جاتے۔ بائیں طرف کے فوجیوں پر حملہ آور ہوتے تو وہ بھی بکھر جاتے۔ اللہ کی قسم میں نے کبھی کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو کہ دشمن کے جم غفیر میں گر چکا ہو۔ اس کی اولاد اور اس کے تمام ساتھی قتل ہو چکے ہوں۔ وہ اس قدر جری اور مضبوط دل کا حامل ہو۔

(البدایہ ج8ص265)

﴿شہادتِ امام حسین علیہ السلام﴾

حصین بن نمیر نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی طرف تیر چھوڑا۔ جو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے منہ پر آ لگا۔

"فجعل یتلقی الدم و یرمی به السماء و یقول اللھم احصھم عددا واقتلھم مددا ولاتذر علی الارض منھم احدا"

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ آسمان کی طرف خون اچھالتے اور یہ بددعا کرتے۔ " اے اللہ ان کو شمار کر لے۔ انھیں ہلاکت کے گھاٹ اتار دینا۔ روئے زمین پر ان میں سے کسی کو باقی نہ چھوڑنا"۔ آپ رضی اللہ عنہ پھر لڑنے لگے۔ شمر باآوازِ بلند چلایا۔

"ویحکم ما تنتظرون؟ اقتلوہ"

افسوس تم پر، تم کیا دیکھ رہے ہو؟ اسے قتل کر ڈالو۔ زرعہ بن شریک نے ایک وار آپ رضی اللہ عنہ کے کندھے پر اور دوسرا وار آپ رضی اللہ عنہ کی گردن پر کیا۔ سنان بن انس نیزہ لے کر حملہ آور ہوا۔

آپ ﷛ گر پڑے وہ گھوڑے سے اترا۔ آپ ﷛ کا سر تن سے جدا کر کے خولی بن یزید کو دے دیا۔

کیا سیدنا امام حسین علیہ السلام کا سر تن سے جدا کیا گیا؟

سیدنا امامِ حُسین کے سرِ اقدس کا ان کے تنِ نازنین سے جُدا کیا جانا ایسی ناقابلِ تردید حقیقت ہے۔ جس کا انکار کرنا ایسے ہی ہے کہ انسان نصف النہار کے وقت سورج کا ہی انکار کر دے۔ یہ ایسا مسئلہ ہے۔ جو صرف کتب تاریخ ہی سے نہیں بلکہ کتبِ احادیث سے بھی ثابت ہے۔ لیکن ناصبی اسے بھی تسلیم نہیں کرتے۔ ان کا کہنا ہے۔ کہ حضرت حسین کا سر کاٹا ہی نہیں گیا۔ اور وہ روایات جن میں سر تن سے جُدا کر کے عبید اللہ بن زیاد کے دربار میں بھیجے جانے کا تذکرہ ہے۔ سب وضعی یعنی من گھڑت ہے۔ جب کہ عصر حاضر کے وہ ناصبی جو عامل بالحدث ہونے کے دعویدار ہیں۔ وہ سر اقدس کے تن سے جدا کیے جانے کے قائل ہیں۔ کیونکہ انہیں خدشہ ہے۔ کہ اگر ہم نے اپنے سابقہ پیشواؤں کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے سر اقدس

کے کٹنے کا انکار کیا تو بہت سے ایسے لوگ جو علمِ حدیث سے خصوصی لگاؤ رکھتے ہیں۔ ہم سے بد ظن ہو جائیں گے۔ ہماری ناصبیت ان پر آشکار ہو جائے گی۔ یہ سوچ کر ان لوگوں نے موقف یہ اپنایا کہ حضرت حسین علیہ السلام کا سر اقدس تن سے جُدا تو کیا گیا۔ لیکن ابنِ زیاد نے کوئی بے ادبی نہیں کی۔

قارئین کرام :۔آپ اگر باریکی سے حامیانِ یزید کے لٹریچر کا مطالعہ کریں گے تو بآسانی جان لیں گے۔ کہ مقصد ان ناصبیوں کا ایک ہی ہے۔ وہ ہے "یزید و ابنِ زیاد کا دفاع" ایک گروہ نے ابنِ زیاد ملعون کو اس طرح بچانے کی کوشش کی۔ کہ سر اقدس کے جسم سے الگ کیے جانے کا ہی انکار کر دیا۔ اس سے یہ ثابت کرنا چاہا کہ جب سر کاٹا ہی نہیں گیا تو ابنِ زیاد کے پاس سر کیسے لے جایا گیا۔ اور دوسرے ناصبیوں نے ابنِ زیاد کو بچانے کی کوشش تو کی۔ لیکن ذرا اور انداز سے۔ انہوں نے سر اقدس کے جُدا کیے جانے کا اقرار

تو کیا لیکن اس کے ساتھ یہ دعویٰ بھی کر دیا۔ کہ ابنِ زیاد نے سیدنا حسین علیہ السلام کے سر اقدس کے ساتھ کوئی بےادبی والا معاملہ نہیں کیا۔

ناصبیوں کے یہ دونوں گروہ ابنِ زیاد اور یزید کا دفاع کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن دلائل صحیحہ ان کے خود ساختہ نظریات کی تائید نہیں کرتے۔ مسلمہ کتبِ احادیث ان کے مذموم نظریات کی تردید ہی کرتی ہیں۔ملاحظہ فرمائیں۔

سیدنا انس بن مالک علیہ السلام فرماتے ہیں۔

" اتی عبیداللہ بن زیاد براس الحسین علیہ السلام"

(بخاری شریف حدیث نمبر3748،

جامع ترمذی حدیث نمبر3771،

مسند احمد حدیث نمبر(13774)،

صحیح ابنِ حبان حدیث نمبر6972،

مجمع الزوائد حدیث نمبر1515)

امام بخاریؒ نے اس روایت کو کتاب بدء الوحی میں ذکر کیا

ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی روایت کو باب مناقب الحسن والحسین میں ذکر کیا ہے۔

ناصرالدین البانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔"صحیح" یہ روایت صحیح

ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اسی روایت کو مسند احمد میں مسند انس بن مالک میں ذکر کیا ہے۔

شعیب الارنؤوط رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔اسنادہ صحیح علی شرط

الشیخین۔

امام ابنِ حبان رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح ابنِ حبان میں باب"ذکر البیان

بان الحسین بن علی یشبہ بالنبی"میں ذکر کیا ہے۔

علامہ نورالدین ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے مجمع الزوائد میں " باب مناقب الحسین بن علی " کے تحت ذکر کیا ہے۔اور لکھا ہے کہ

رواه البزار باسناد ورجاله و ثقوا۔

ثابت ہوا کہ ناصبیوں کا یہ دعویٰ بھی (کہ حضرت حسین کا سر تن سے جُدا نہیں کیا گیا) اپنے دوسرے من گھڑت نظریات کی طرح سو فیصد باطل ہے۔

﴿لشکرِ یزید کی سنگ دلی کا ایک منظر﴾

دشمن کا غصہ ٹھنڈا نہ ہوا۔ اچانک لشکرِ یزید سے ایک مکروہ آواز بلند ہوئی۔

"من یوطی بفرسه الحسین؟

کون ہے جو جسد حسین کو گھوڑوں کے ساتھ روندے؟

فانتدبه اقوام بخیولهم حتی رضوا ظهره"

لشکرِ اعداء کے سنگ دل اپنے گھوڑے لے کر آگے بڑھے۔ اور جسد حسین رضی اللہ عنہ کو کچل ڈالا۔

(المنتظم ج5 ص341)

"ووجد بالحسين ثلاث و ثلاثون طعنة واربع و ثلاثون ضربة غير الرمية"

حضرت حسین ﷛ کے جسدِ اطہر پر نیزوں کے تینتیس اور تلواروں کے چونتیس زخم پائے گئے جبکہ تیروں کے زخم ان کے علاوہ تھے۔

(الکامل ج4ص74)

کون ناموسِ رسالت کا نگہباں ہو گیا

کس کا سر نیزے کو پہنچا کون قربان ہو گیا۔

کس کی شہ رگ پر یزیدی ہاتھ اٹھے

کون تھا جس کا لہو تفسیرِ قرآں ہو گیا

کل بہتر فرد میدانِ کربلا میں ڈٹ گئے

شمر کے ہاتھوں محمد ﷺ کے نواسے کٹ گئے

(شورش کاشمیری رحمہ اللہ)